کیکاؤس کا نظریۂ اقتدار اعلیٰ

احمد حسن، ریسرچ اسکالر، شعبۂ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

گیارہویں صدی عیسوی میں نہ صرف ماوردی اور نظام الملک جیسے مشہور و معروف علماء اور فقہاء پیدا ہوئے بلکہ عنصر المعالی جیسے سیاسی مفکر بھی اسی دور کی پیداوار ہیں۔ اس کی کتاب قابوس نامہ درحقیقت ایک جامع ضابطۂ اخلاق (code of conduct) ہے۔ اس وقت تک جو مضامین اس مصنف پر لکھے گئے ہیں وہ یا تو خالص ادبی نوعیت کے ہیں یا سیاسی۔ فکری گہرائیوں سے کافی دور ہیں۔ ڈاکٹر شمعون اسرائیلی استاد شعبۂ فارسی ہونے کے سبب اس کتاب کو صرف ادبی نقطۂ نگاہ سے ہی پرکھ سکے ہیں۔

پروفیسر ہارون خان شیروانی نے اپنی کتاب میں ایک مختصر مقالہ تصنیف کیا ہے اور وہ مصنف کی فکر کی گہرائیوں میں خود کو ملوث کرنا نہیں چاہتے بلکہ محض سرسری معلومات بہم پہنچانا ہی اپنا فرضِ عین سمجھتے ہیں[1] اس کے علاوہ پروفیسر صاحب کے اس مقالہ میں اس حکومت کے حالات پر کچھ نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہی اس مصنف کے سیاسی تعلقات پر کچھ لکھا گیا ہے اس کے علاوہ اس کتاب کا تجزیہ تقابلی انداز سے بھی نہیں کیا گیا۔ جبکہ یہ کتاب ماوردی کے بعد اور

---

[1] ہارون خاں شیروانی Studies in Muslim Political thought and administration لاہور۔ ۱۹۵۸ صفحات ۱۲۸ تا ۱۳۲۔

نظام الملک سے قبل کسی وقت میں منظر عام پر آئی۔

کیکاؤس کی حیات کی تفصیل کا زیادہ علم نہیں۔ اس کتاب کی تالیف کے وقت یعنی ۴۷۵ھ میں اس کی عمر ترسٹھ برس کی تھی۔ اس طرح اندازاً اس کی پیدائش ۴۱۲ھ یا ۴۱۳ھ میں رہی ہوگی۔[1] کیکاؤس کی زندگی کا بیشتر حصہ غریب الوطنی کے عالم میں گذرا۔ اور اس کو کسی وقت کسی خطۂ زمین پر حکومت کرنے کا موقع نہیں ملا۔ وہ باعتبار حسب و نسب ایرانی اور ساسانیوں کے خاندان سے تھا۔ اس طرح شہنشاہیت اس کا آبائی پیشہ تھا۔

عوام کی محافظت اور حکومت کی قوت کا یہ عالم تھا کہ خود اس کے افسران بھی زیاری حکومت کو ختم کر سکتے تھے۔ اور نتیجتاً اس کو پہلی مرتبہ معز الدولہ آل بویہ جو اس حکومت کا ایک افسر تھا، اس حکومت کے خاتمہ کے درپے ہوا۔ اور بادشاہ وقت کو تقریباً دس برس تک جلاوطن رہنا پڑا۔ اس کے بعد مسعود بن محمود غزنوی نے منوچہر کو شکست دے کر طبرستان اور جرجان کو برباد و تاراج کیا۔ اور ۵۰ ہزار دینار سالانہ بطور خراج اور ایک لاکھ دینار بطور تاوان وصول کیا طغرل بیگ سلجوقی نے بھی اپنے حملۂ ہند سے قبل اس حکومت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ اور انوشیروان کی ماں کو مردویج کے نکاح میں دے دیا۔[2]

کیکاؤس محمود غزنوی کا داماد تھا۔ اور دربار غزنوی میں اس نے ایک امیر کی حیثیت سے زندگی گزاری۔ مسعود اور سلجوقیوں کے درمیان جنگ دندقان کے بعد یہ امیر برسر روزگار نہ رہا۔ اور ان حالات میں رہ کر اس نے اپنی کتاب قابوس نامہ تالیف کی۔ ظاہر ہے کہ ان تمام واقعات و حالات نے اس کے ذہن کو متاثر کیا ہوگا اور عمر رسیدہ ہونے کے باعث وہ تجربہ کار بھی رہا ہوگا اسی لیے وہ اپنے بیٹے گیلان شاہ کو ان تمام حالات سے آگاہ کرنا چاہتا ہے جو کسی وقت بھی پیش آسکتے ہیں چنانچہ ہر پیشہ کی انجام دہی میں فوائد و نقصانات

---

[1] قابوس نامہ صفحہ ۱۵ تا ۱۷

[2] ابن الاثیر: جلد ۹ صفحہ ۱۷۱، ۱۵۱ دیکھیے جدول صفحہ ۔

کو وہ بطور نصیحت اپنے بیٹے کو سمجھاتا ہے۔ بایں سبب اس کتاب کا اصل نام نصیحت نامہ ہے۔ ذیل میں ہم صرف ان مضامین کو زیر بحث لائیں گے۔ جن کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ اس کے نظریۂ اقتدارِ اعلیٰ سے ہے۔

کیکاؤس کے نزدیک اقتدار اعلیٰ کا اصل مالک بادشاہ ہوتا ہے۔ اور بادشاہی ایک ایسی نعمت ہے جس سے خدا تعالیٰ کم لوگوں کو نوازتا ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ بادشاہی خداداد نعمت ہے[۱] لہذا بادشاہ خود اپنے حقوق اور فرائض کے لیے خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔ اور عوام کو اس کا کوئی اختیار نہیں کہ وہ اس سے کسی قسم کی بازپرس کر سکیں۔ دوسرے یہ کہ جو چیز خدا نے دی ہو اس کی بقا بھی خدا ہی کی ذمہ داری ہے۔ لہذا بادشاہ اپنی کسی غلطی یا لغزش کے لیے خود ذمہ دار نہیں اس لیے کہ وہ بغیر حکم الٰہی کوئی کام نہیں کر سکتا۔ یہ اصول دیگر مفکرین سے زیادہ مختلف نہیں۔ ماوردی اور نظام الملک بھی اسی اصول کے پابند ہیں۔ البتہ ماوردی امامت کو آل قریش تک محدود کرتا ہے اور نظام الملک اس سلسلے میں خاموش ہے یورپی مفکرین مثلاً ایکیولنس لیو یاتھن اور ہابس جیسے سیاسی مفکرین بھی ان مفکرین کے خیالات کے خوشہ چین ہیں۔

کیکاؤس بادشاہی کو بادشاہ کا پیدائشی حق سمجھتا ہے اور اس کے خیال میں بادشاہ کا بچہ بادشاہ ہوتا ہے۔ اور اس کا دل و دماغ و مزاج اور طبیعت پیدائشی طور سے شاہانہ ہوتی ہے اس نے اس خیال کو اس مثال سے جلا دی ہے[۲] کہ مرغ آبی کا بچہ جس طرح مرغ آبی ہوتا ہے اسی طرح بادشاہ کا بچہ بادشاہ ہوتا ہے۔ جس طرح اس بچے کو

---

[۱] قابوس نامہ صفحہ ۲۲۶

[۲] اگر چنانکہ خداوند کوچک بود بکوچک مشمر کہ مثال پادشازادگان بر مثال بچہ مرغ آبی باشند" قابوس نامہ۔ باب نمبر ۴۰ صفحہ ۲۱۸۔

تیرنے کے لیے کسی کا احسان نہیں اٹھانا پڑتا اسی طرح شہزادہ بھی کسی کا منت کش تعلیم و تربیت نہیں ہوتا۔

کیکاؤس نے باوجود اس کے کہ اس کی مملکت تین مرتبہ ختم ہو چکی تھی اور وہ خود غربت کی زندگی گزار رہا تھا۔ اپنی حکومت کو مضبوط ترین کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ وزیر امیر اور دیگر افسران مملکت کو بھی بے وفائی کے انجام سے آگاہ کرتا ہے اور Regent ہونے کی صورت میں بادشاہ کی کم عمری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کو غلط قرار دیتا ہے۔ کیکاؤس خود حسبًا و نسبًا ایک شہزادہ تھا۔ اس کے آباواجداد ساسانی خاندان سے متعلق تھے۔ جو ایک عرصۂ دراز تک ایران کے ایک بڑے حصّہ پر کامیابی سے حکومت کرتے رہے اس طرح کیکاؤس نے اپنے دعوائے بادشاہی کو مستعدی اور مضبوطی سے جتایا۔ اور یہ بھی ثابت کرنے کی کوششیں کیں کہ شہنشاہیت دراصل ایک میراث ہے جو باپ کے بعد بیٹے کو پہنچتی ہے اور اس طرح یہ سلسلہ مستقل چلتا رہتا ہے۔

حکومت کی پایہ داری اور مضبوطی کے لیے کیکاؤس بادشاہ اور رعایا کے درمیان تفریق برقرار رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بادشاہ عام انسانوں سے بالاتر ہے اور اس کی بالادستی بہرکیف برقرار رہنی چاہیے رعایا ہمیشہ فرماں بردار اور بادشاہ ہمیشہ فرماں روا بن کر پیدا ہوتے ہیں چنانچہ اس فرماں روائی کی خاطر قوت و طاقت کے استعمال سے بھی گریز نہ کرنے کو کہا گیا۔ اس طرح کیکاؤس نے عوام کو بادشاہ کے لیے ہمیشہ وفادار رہنے کی تلقین کی تاکہ کسی قسم کی بغاوت کا خطرہ باقی نہ رہے۔[1]

فرامین کی عظمت وحرمت برقرار رکھنے کے لیے وہ سرمستی اور نشے کے عالم میں ان کے اجرا کو منع کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بادشاہ شراب پی سکتا ہے۔ لیکن نشہ میں حکمرانی نہیں کرسکتا ایسا اس لیے ہے کہ اس سے عوام کے جان و مال کو خطرہ لاحق ہے بادشاہ جو کہ عوام کی

---

[1] قابوس نامہ، صفحات ۲۳۱ تا ۲۳۲

جان و مال کا محافظ ہے وہی جان و مال کا دشمن نہ بن جائے بادشاہ کو گلہ بان اور عوام کو اس کا گلہ قرار دیتا ہے۔[1]

شراب خوری کی اجازت کیکاؤس نے نہیں دی یہ چیز شاید ایرانی آداب شاہی کا ایک جز بن چکی تھی۔ نظام الملک نے کیکاؤس سے بھی زیادہ واضح الفاظ میں اس امر کو تحریر کیا ہے۔ کیکاؤس کسی حد تک شراب خوری کو ناپسند کرتا ہے لیکن نظام الملک کسی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرتا۔[2]

کیکاؤس قوت کے توازن میں یقین رکھتا ہے اور یہ توازن اپنی حکومت کی بنیاد سمجھتا ہے اس کے نزدیک بادشاہ ایک ایسا آفتاب ہے جو بیک وقت بلا تفریق فوج و عوام سب کو فیض یاب کرتا ہے، فوج۔ مصیبت اور جنگ کے وقت کام آتی ہے تو عوام فوج کو مسلح کرنے اور مرتب کرنے کے کام آتے ہیں اور فوج دراصل عوام کا ایک حصہ ہے چنانچہ کسی کو کسی پر بالادستی اور برتری حاصل نہ ہونا چاہیے اس سے ملک کا ایک جز زیادتی کا شکار ہو سکتا ہے۔ اور دوسرا جز اپنی قوت پر مغرور۔[3]

اس طرح کیکاؤس نے نہ صرف توازن کا احساس دلایا بلکہ اس نے پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو (Divide and Rule) کی حکمت عملی کو بھی اجاگر کیا۔

نظام الملک (جو تقریباً کیکاؤس کا ہم عصر ہے) بھی اسی اصول کا پابند ہے۔[4] ماوردی جو کیکاؤس سے تقریباً بیس برس پہلے انتقال کر چکا تھا اس نے بھی اس اصول کی پابندی کو ضروری قرار دیا۔ خلیفہ مامون الرشید کے حوالے سے کہتا ہے کہ خراسان میں فساد اس لیے

---

[1] ایضاً، صفحات: ۶۷ تا ۷۰؛ ۲۰۶؛ ۲۳۲۔

[2] نظام الملک طوسی۔ سیاست نامہ۔ طہران ۱۳۳۲ھ صفحات ۸۱ تا ۸۸

[3] قابوس نامہ: ص ۲۲۳۔ [4] ایضاً صفحہ ۳۴

[5] سیاست نامہ صفحہ ۱۱۵ و ۱۵ الماوردی۔۔۔۔

برپا ہوا کہ وہاں کا گورنر فوج میں توازن برقرار نہیں رکھ سکا۔

سیاسی نقطۂ نظر سے کیکاؤس نے جس امر کو اہم ترین سمجھا وہ بادشاہ کی شخصیت کو ایک خاص پیرایہ میں ڈھالنا چاہتا ہے، اس کے نزدیک شہنشاہیت کی بقا نہ صرف اچھے فوجی نظام اور مملکت کے نظام پر ہے بلکہ بادشاہ کی شخصیت بھی عام آدمی سے کہیں بالاتر ہے۔ نظام الملک کے مقابلے میں کیکاؤس اپنے بادشاہ کو زیادہ بارعب دیکھنا پسند کرتا ہے۔ مثلاً طنز و مزاح کے معاملے میں کیکاؤس کا خیال ہے کہ بادشاہ کو کم سے کم لوگوں کے ساتھ ایسے تعلقات رکھنا چاہیے اس لیے کہ اس کے سبب کم درجہ لوگ بادشاہ کی عزت و وقار کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح ندیم کو بھی ہر وقت ہنسی مذاق قایم نہیں رکھنا چاہیے بلکہ یہ سب کچھ اس کے مزاج اور وقت کی نزاکت کے ساتھ روا ہیں۔ ایک ندیم کو بیک وقت ہزل گو اور غزل گو کہانی اور لطیفہ گوئی وغیرہ سب کچھ آنا چاہیے۔ یہاں تک کہ وزیری دبیری اور شراب نوشی جیسے آداب شاہی سے بھی واقف ہو[1] جبکہ نظام الملک اپنے بادشاہ کو کم از کم ندیموں کے ساتھ ہنسی مذاق کی پوری اجازت دیتا ہے وہ واضح الفاظ میں کہتا ہے کہ ندیموں کے ساتھ ہنسی مذاق سے بادشاہ کا رعب و دبدبہ کم نہیں ہوتا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب بھی مملکت میں توازن نہ رہ سکا بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور خلیفہ المامون کے بعد عباسی حکومت درحقیقت توازن کی کمی کی شکار رہی جس کی ابتدا اگرچہ بہت پہلے پڑ چکی تھی لیکن اس کا اظہار کچھ عرصہ کے بعد ہوا چنانچہ عربوں اور ترکوں کے مختلف گروہوں مثلاً دیلمی اور ترکستانی یا سلجوقی یا دیلمی ترکوں کے درمیان ہمیشہ جنگ جاری رہی اس لیے

---

[1] قابوس نامہ۔ صفحہ ۷۷۔ ۷۹۔ ۲۰۳-۲۰۶

[2] سیاست نامہ صفحہ ۱۰۹- ۱۱۱

کہ باعتبار قوت جس کو جس وقت فوقیت حاصل رہی کمزور کو دبانے لگا اور حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لینے لگا۔ اسی عدم توازن کے سبب زیاری حکومت بھی کئی مرتبہ ختم ہوئی بالآخر سلجوقی ترک تمام علاقے پر حکمراں بن بیٹھے اور کیکاؤس اسی سبب کسی جگہ کا مالک نہ بن سکا۔

اسلامی نظامِ مملکت میں مذہب اور سیاست دو الگ ضابطۂ حیات نہیں بلکہ سیاست مذہب ہی کا ایک حصّہ ہے۔ چنانچہ مکمّل سیاسی نظام بغیر مذہبی پختگی کے قایم نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے دیگر سیاسی مفکرین کی طرح کیکاؤس بھی بادشاہ کے لیے چند مذہبی عقائد لازم قرار دیتا ہے جن کو اپنی ذاتی اور شاہی زندگی میں باقاعدہ قایم کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس کو عقاید میں پختہ، پاکیزہ دین اور عقل مند ہونا چاہیے[۱] یہی وہ خصوصیات ہیں جو تمام مفکّرین نے لازم قرار دیا ہے۔ چنانچہ فارابی، ماوردی، نظام الملک ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ جیسے مفکّرین قابل ذکر ہیں لیکن ہر مفکر کے عہد اور حالات کی روشنی میں بادشاہ کا مذہبی ہونا بعینہٖ ضروری ہے یعنی جو گروہ مذہب کے نام پر ظہور پذیر ہوتے ہیں اور مملکت کو تباہ و برباد کرتے ہیں بادشاہ وقت اس کی ضد ہونا چاہیے تاکہ ان گروہوں کا بخوبی مقابلہ کر سکے۔

کیکاؤس باعتبار مذہب سنّی معلوم ہوتا ہے لیکن فقہہ کے بارے میں صحیح معلومات نہیں بہرحال فاطمی حکمرانوں کے عروج اور عباسیوں کے انحطاط کا زمانہ اس نے اچھی طرح دیکھا ہے۔ اس کے علاوہ فدائین کا فتنہ بھی اسی زمانے کی پیداوار ہے۔ لہذا ایک بادشاہ وقت کو اپنے عوام اور حکومت کی حفاظت کی خاطر اپنے مذہبی عقائد میں پختگی

---

[۱] پس اگر پادشاہ باشی پادشاہی پارسا باش و چشم و دست از حرم مردمان دور دار و پاک شلوار باش کہ پاک شلواری از پاک دینی است و اندر ہر کاری رای را فرمان بردار خرد۔

لازم دکھائی دیتی ہے۔ اس کی نظر میں صادق مسلمان وہ ہے جو اللہ کی وحدانیت حضرت محمدؐ کا خاتم النبیین ہونا، قرآن، فرشتے اور ایمان کا زبان و دل سے قبول کرنا اپنا فرض سمجھتا ہو۔ اس کے علاوہ نماز، روزہ وغیرہ کا پابند بھی ہو[۱]۔ کیکاؤس نظام الملک کی طرح کسی خاص فقہ کے معتقدین کو اچھا یا برا نہیں کہتا۔ نظام الملک کا کہنا ہے کہ دنیا میں صرف دو مذہب ہیں یعنی مذہب شافعی اور مذہب حنفی گویا حنبلی، مالکی اور جعفری فقہات کی اس کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں جبکہ کیکاؤس اسلام کے بنیادی عقائد کے ماننے ہی کو کافی سمجھتا ہے گویا فتنے و فسادات کے تدارک کے لیے ایک بادشاہ کا بنیادی اعتبار سے مسلمان ہونا کافی ہے۔

کیکاؤس کے نقطۂ نگاہ سے عقلمند وہ بادشاہ ہے جو اپنے داخلی امور کے علاوہ گرد و نواح کے ماحول۔ خارجی امور اور ہمسایہ مملکتوں میں رونما ہونے والے واقعات سے ہمہ وقت بخوبی واقف رہے تاکہ خود کو ان لغزشوں اور حالات سے محفوظ رکھ سکے۔ جن کے سبب کسی بھی مملکت میں خلفشار اور بغاوت کی صورت حال پیدا ہوتی ہو۔

ماوردی کے نزدیک یہ امور وزیر کے دائرۂ اختیار میں آتے ہیں جب کہ کیکاؤس اور نظام الملک ان امور کو بادشاہ اور وزیر دونوں کے دائرۂ اختیار میں سمجھتے ہیں۔ نظام الملک ان امور پر نظر رکھنے کے لیے جاسوس اور خبر رساں کے تقرر کا مشورہ دیتا ہے۔ الپ ارسلان نے یہ محکمہ ختم کر دیا تھا جس کی نظام الملک کو آخر وقت تک ضرورت محسوس ہوتی ہے اور سیاست نامہ میں اس نے بطور شکایت درج کیا ہے[۲]۔

یہی سبب ہے کہ ملک شاہ دور حکومت میں قبل از بغاوت کبھی خبر نہ ہو سکی۔

---

[۱] قابوس نامہ۔ صفحہ ۱۳ تا ۱۵

[۲] سیاست نامہ۔ صفحہ ۷۷-۷۵، ۹۱-۹۰

ماوردی جو ایک قاضی تھا اور کیکاؤس جو ایک شہزادہ تھا دونوں اس حقیقت سے انحراف نہیں کرتے کہ بادشاہ کسی کو اپنا ہم پلّہ نہیں دیکھ سکتا بالخصوص اپنے خدمتگاروں میں سے اگر کوئی شخص اس کی برابری کرنے لگے یا اپنی حیثیت سے پورا فائدہ اٹھانے لگے تو بادشاہ کی طبیعت میں حسد اور کینہ پیدا ہو جاتا ہے لہذا وہ خود اپنے مقرر کردہ خدمتگار سے رہائی کی کوشش کرتا ہے[۱] کیکاؤس خدمتگاروں[۲] کو آگاہ کرتا ہے کہ بیشک زیادہ خدمت قابل تعریف ہے اور زیادہ خدمت ہی سے بادشاہ کی زیادہ قربت حاصل ہوتی ہے۔ مگر زیادہ قربت ہی دشمنی کا باعث ہوتی ہے۔ چنانچہ اس امر میں بھی توازن ضروری ہے نظام الملک کا خیال ہے کہ اگر بادشاہ غافل ہو تو وزیر بادشاہ کے لیے دشمن ثابت ہو سکتا ہے گویا بادشاہ کی دشمنی پر نظام الملک خاموش ہے اور وزیر کو دشمن کہنے میں اس کو قطعاً جھجھک نہیں جبکہ درحقیقت بادشاہ اور وزیر دونوں ایک دوسرے کے لیے صرف اس وقت تک مددگار ہیں جب تک کہ دونوں کی حیثیت باعتبار مرتبہ برقرار ہے لیکن جیسے ہی یہ توازن ختم ہوتا ہے بادشاہ یا وزیر جس کا پلڑا بھاری ہو ایک دوسرے کے لیے دشمن ثابت ہوتے ہیں یعنی طاقت کا توازن بگڑ جانے سے دشمنی ظاہر ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں کسی شخص کا صرف بادشاہ یا وزیر ہونا ضروری نہیں بلکہ کوئی بھی شخص طاقتور بن کر اس توازن کو بگاڑ سکتا ہے اور یہی عدم توازن حکومتوں کے مسلسل عروج وزوال کا سبب بنتا ہے۔ جیسا کہ تاریخ اسلام شہادت دیتی ہے۔

کیکاؤس توازن کو کافی وسیع معنی میں استعمال کرتا ہے۔ اس کے نزدیک نہ صرف اداروں میں باہمی توازن برقرار رہنا چاہیے۔ بلکہ اندرونی طور پر بھی اس کی برقراری کی

---

[۱] ادب الوزیر صفحہ ۲۱ تا ۲۶ - ۲۹

[۲] قابوس نامہ صفحہ ۱۹۷ - ۲۰۱

ضرورت ہے۔ مثلاً فوج کے اندر کم سے کم دو گروہ ہونے چاہئیں۔ تاکہ وہ ایک دوسرے سے خائف رہیں۔ اور بوقت جنگ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔

مذکورہ بالا بیان کی روشنی میں درج ذیل نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ (۱) بادشاہ کا تعلق براہ راست خدا سے ہے یہ نکتہ ایرانی تصور شہنشاہیت کا ہے۔ یہی وہ امر ہے جس کو نظام الملک نے مزید واضح کیا اور برنی نے بلبن کے نظریۂ حکومت کے تحت اس میں چار چاند لگا دیے۔

(۲) کیکاؤس کی نظر میں بادشاہ عوام سے بالاتر ہے۔ اس امر کی وضاحت میں کیکاؤس نظام الملک اور برنی سے بھی زیادہ پرجوش اور صاف گوئی دکھائی دیتا ہے۔ ایرانی اثرات کے تحت لکھنے والے تمام اشخاص میں یہ مصنف بیشتر رو معلوم ہوتا ہے۔

(۳) عقائد کی پختگی کے سلسلے میں بولتے ہوئے خود کو کسی فقہ تک محدود نہ کرنے کا امر دراصل اس کی خاندانی حیثیت کے سبب ہے۔ یعنی وہ اپنے پدرانہ رشتہ کے اعتبار سے غزنوی ترکوں سے منسوب ہے جبکہ مادرانہ رشتوں سے وہ آل بویہ سے وابستہ ہے عز الدولہ کی لڑکی کیکاؤس کی ماں تھی۔ اس طرح وہ شیعہ اور سنی یعنی آل بویہ اور غزنوی ترکوں سے رشتہ داری کو ملحوظ خاطر بھی رکھتا ہے۔

(۴) عدم توازن پر اس قدر زور ماوردی کے علاوہ کسی اور فلسفی کی تصنیفات میں نہیں ملتا۔ ماوردی ایک قاضی ہونے کے ساتھ ساتھ اگر اس امر کو پہچان بھی لے تو کوئی زیادہ تعجب نہیں۔ لیکن ایک شہزادہ کا اس پر اظہار خیال کرنا انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ بالخصوص بادشاہ اور دیگر خدام کا ایک دوسرے کے لیے دشمنی روا رکھنے کے امکانات کا اظہار کرنا ایک شہزادے کے لیے انتہائی حقیقت پسندی کا ثبوت ہے۔ یہ توازن دراصل بغاوتوں، رنجشوں اور سازشوں میں کارفرما ہوتا ہے۔ ماوردی نے بھی اس امر پر تفصیل سے بحث کی ہے اور جگہ جگہ خدام کو بادشاہ سے ہوشیار رہنے کی تلقین کی ہے[1]

[1] الماوردی۔ ادب الوزیر صفحہ ۱۴، ۲۱ تا ۲۶۔ ۲۹۔

زیاری حکومت

سنہ ۳۱۶ھ	مرداویج بن زیار	سنہ ۹۲۸ء
سنہ ۳۲۳ھ	ظہیر الدولہ ابو منصور وشمگیر	سنہ ۹۳۵ء
سنہ ۳۵۶ھ	بی بستون	سنہ ۹۶۷ء
سنہ ۳۶۶ھ	شمس المعالی قابوس	سنہ ۹۷۶ء
سنہ ۴۰۳ھ	فلک المعالی منوچہر	سنہ ۱۰۱۲ء
سنہ ۴۲۰ھ	انوشیروان (دارا؟)	سنہ ۱۰۲۹ء
سنہ ۴۳۴ھ		سنہ ۱۰۴۲ء

زیار